



Noble Quran

الْقُرْآنُ الْحَكِيمُ

Quran Urdu Translation اردو ترجمہ

Maulana Muhammad Sahib

مولانا محمد صاحب جوٹا گڑھی

Quran Tafsir تفسیر

Maulana Salahudin Yusuf

مولانا صلاح الدین یوسف

Surah Yusuf

سورۃ یوسف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّتِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ الْمُبِیْنِ (۱)

الہ، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲)

یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو

آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد، لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی ہے اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب وہ کتاب اس زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ سکیں، اس لئے ہر آسمانی کتاب اس قومی زبان میں نازل ہوئی، جس قوم کی ہدایت کے لئے اتاری گئی تھی۔

قرآن کریم کے مخاطب اول چونکہ عرب تھے، اس لئے قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہوا علاوہ ازیں عربی زبان اپنی فصاحت و بلاغت اور ادائے معانی کے لحاظ سے دنیا کی بہترین زبان ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس اشرف الکتاب (قرآن مجید) کو اشرف اللغات (عربی) میں اشرف المرسل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اشرف الملائکہ (جبرائیل) کے ذریعے سے نازل فرمایا اور مکہ، جہاں اس کا آغاز ہوا، دنیا کا اشرف ترین مقام ہے اور جس مہینے میں نزول کی ابتدا ہوئی وہ بھی اشرف ترین مہینہ رمضان ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ

ہم آپ کے سامنے بہترین بیان (۱) پیش کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا

الْقَصَصِ، یہ مصدر ہے معنی ہیں کسی چیز کے پیچھے لگنا مطلب دلچسپ واقعہ ہے قصہ، محض کہانی یا طبع زاد افسانے کو نہیں کہا جاتا بلکہ ماضی میں گزر جانے والے واقعے کے بیان کو قصہ کہا جاتا ہے۔ یہ گویا ماضی کا واقعی اور حقیقی بیان ہے اور اس واقع میں حسد و عناد کا انجام، تائید الہی کی کرشمہ سازی، نفس امارہ کی شور شیں اور سرکشوں کا نتیجہ اور دیگر انسانی عوارض و حوارث کا نہایت دلچسپ بیان اور عبرت انگیز پہلو ہیں، اس لئے اس قرآن نے أَحْسَنَ الْقَصَصِ (بہترین بیان) سے تعبیر کیا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ (۳)

اور یقیناً آپ اس سے پہلے بے خبروں میں تھے۔

قرآن کریم کے ان الفاظ سے بھی واضح ہے نبی کریم عالم الغیب نہیں تھے، ورنہ اللہ تعالیٰ آپ کو بے خبر قرار نہ دیتا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں کیونکہ آپ پر وحی کے ذریعے سے ہی سچا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ آپ نہ کسی کے شاگرد تھے، کہ کسی استاد سے سیکھ کر بیان فرمادیتے، نہ کسی اور سے ہی ایسا تعلق تھا کہ جس سے سن کر تاریخ کا یہ واقعہ اپنے اہم جزئیات کے ساتھ آپ نشر کر دیتے۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے وحی کے ذریعے سے آپ پر نازل فرمایا ہے جیسا کہ اس مقام پر صراحت کی گئی ہے۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (۴)

جب کہ یوسف (۱) نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو (۲) دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ ا۔ یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کے سامنے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرو، جب اس نے اپنے باپ کو کہا باپ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، جیسا کہ دوسرے مقام پر صراحت ہے اور حدیث میں بھی یہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ (یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم)۔

اور حدیث میں نسب بیان کیا گیا ہے۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ (مسند احمد جلد ۲، ص ۹۶)

۲۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں جو گیارہ تھے چاند سورج سے مراد ماں اور باپ ہیں اور خواب کی تعبیر چالیس یا اسی سال کے بعد اس وقت سامنے آئی جب یہ سارے بھائی اپنے والدین سمیت مصر گئے اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، جیسا کہ یہ تفصیل سورت کے آخر میں آئے گی۔

قَالَ يَا بَنِيَّ إِنِّي كَفَّرْتُكُم مِّنَ الْكُفْرِ وَلَكِنِّي أَعْلَمُ الْكَيْدَ وَاللَّيْلِ كَيْدًا

یعقوب نے کہا پیارے بچے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب سے اندازہ لگا لیا کہ ان کا یہ بیٹا عظمت شان کا حامل ہو گا، اس لئے انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ خواب سن کر اس کے دوسرے بھائی بھی اس کی عظمت کا اندازہ کر کے کہیں اسے نقصان نہ پہنچائیں، بنا بریں انہوں نے یہ خواب بیان کرنے سے منع فرمایا۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۵)

شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔

یہ بھائیوں کے مکر و فریب کی وجہ بیان فرمادی کہ شیطان چونکہ انسان کا ازلی دشمن ہے اس لئے وہ انسانوں کو بہکانے، گمراہ کرنے اور انہیں حسد و بغض میں مبتلا کرنے میں ہر وقت کوشاں اور تاک میں رہتا ہے۔ چنانچہ یہ شیطان کے لئے بڑا اچھا موقع تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ

السلام کے خلاف بھائیوں کے دلوں میں حسد اور بغض کی آگ بھڑکا دے۔ جیسا کہ فی الواقع بعد میں اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

اور اسی طرح تجھے (۱) تیرا پروردگار برگزیدہ کرے گا اور تجھے معاملہ نہیں (یا خوابوں کی تعبیر) بھی سکھائے گا

یعنی جس طرح تجھے تیرے رب نے نہایت عظمت والا خواب دکھانے کے لئے چن لیا، اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدگی بھی عطا کرے گا اور خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔

تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ کے اصل معنی باتوں کی تہہ تک پہنچانا ہے۔ یہاں خواب کی تعبیر مراد ہے۔

وَوَيْتِمٌ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّمْتَهَا عَلَىٰ أَبْنَائِكَ مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّا بِمَا عَمِلْتُمْ وَاسْمَاعِقُ

اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا (۱) اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی (۲) جیسے کہ اس نے پہلے تیرے دادا پر داد یعنی ابراہیم و اسماعیل کو بھی بھرپور اپنی رحمت دی،

۱۔ اس سے مراد نبوت ہے جو یوسف علیہ السلام کو عطا کی گئی۔ یا وہ انعامات ہیں جن سے مصر میں یوسف علیہ السلام نوازے گئے۔

۲۔ اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی، ان کی اولاد وغیرہ ہیں، جو بعد میں انعامات الہی کے مستحق بنے۔

إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۲)

یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلِّسَّائِلِينَ (۷)

یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

یعنی اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور نبی کریم کی نبوت کی صداقت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

بعض مفسرین نے یہاں ان بھائیوں کے نام اور ان کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

إِذْ قَالُوا الْيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۸)

جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی (۱) بہ نسبت ہمارے، باپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں، (۲)

کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں۔

۱۔ اس کا بھائی سے مراد بنیامین ہے۔

۲۔ یعنی ہم دس بھائی طاقتور جماعت اور اکثریت میں ہیں، جب کہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین (جن کی ماں الگ تھی) صرف دو ہیں، اس کے

باوجود باپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔

یہاں ضَلَالٍ سے مراد غلطی ہے جو ان کے زعم کے مطابق باپ سے یوسف علیہ السلام اور بنیامین سے زیادہ محبت کی صورت میں صادر ہوئی۔

اَقْتُلُوْا يُوسُفَ اَوْ اَطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ اَبِيكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ (۹)

یوسف کو مار ہی ڈالو اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے۔ اسکے بعد تم نیک ہو جانا۔ اس سے مراد تائب ہو جانا ہے یعنی کنوئیں میں ڈال کر یا قتل کر کے اللہ سے اس گناہ کے لئے توبہ کر لیں گے۔

قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَتَّقُلُوْا يُوسُفَ وَالْقَوْهٖ فِيْ غِيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهٗ بَعْضُ السَّيِّئٰتِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۱۰)

ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں (کی تہہ) میں ڈال آؤ کہ (۱) اسے کوئی (آتا جاتا) قافلہ اٹھالے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ (۲)

۱۔ الجُبِّ کنوئیں کو اور غِيَابَتِ اس کی تہہ اور گہرائی کو کہتے ہیں، کنواں ویسے بھی گہرا ہی ہوتا ہے اور اس میں گرمی ہوئی چیز کسی کو نظر نہیں آتی۔ جب اس کے ساتھ کنوئیں کی گہرائی کا بھی ذکر کیا تو گویا مبالغے کا اظہار کیا۔

۲۔ یعنی آنے جانے والے نو وارد مسافر، جب پانی کی تلاش میں کنوئیں پر آئیں گے تو ممکن ہے کسی کے علم میں آجائے کہ کنوئیں میں کوئی انسان گرا ہوا ہے اور وہ اسے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں۔ یہ تجویز ایک بھائی نے ازراہ شفقت پیش کی تھی۔ قتل کے مقابلے میں یہ تجویز واقعتاً ہمدردی کے جذبات ہی کی حامل ہے۔ بھائیوں کی آتش حسد اتنی بھڑکی ہوئی تھی کہ یہ تجویز بھی اس نے ڈرتے ڈرتے ہی پیش کی کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ کام اس طرح کرو۔

قَالُوْا يَا اَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْتُمْنَا عَلٰى يُوسُفَ وَاِنَّآ لَنٰصِحُوْنَ (۱۱)

انہوں نے کہا ابا! آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سے قبل بھی برداران یوسف علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی ہوگی اور باپ نے انکار کر دیا ہو گا۔

اَرْسَلْنٰهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعُ وَيَلْعَبُ وَاِنَّآ لَنٰظِرُوْنَ (۱۲)

کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے (۱) اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔

کھیل اور تفریح کا رجحان، انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی لئے جائز کھیل اور تفریح پر اللہ تعالیٰ نے کسی دور میں بھی پابندی عائد نہیں کی۔ اسلام میں بھی اجازت ہے لیکن مشروط۔ یعنی ایسے کھیل اور تفریح جائز جن میں شرع قباحت نہ ہو یا محرمات تک پہنچنے کا ذریعہ بنیں۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْ اَنْ كَذَّبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَأْكُلُوْهُ الذُّبَابُ وَاَنْتُمْ عَنْهٗ غٰفِلُوْنَ (۱۳)

(یعقوب نے کہا) اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ تمہاری غفلت میں اس بھیڑیا کھا جائے۔

چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کھیل کود کی حد تک کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ یہ خدشہ ظاہر کیا کہ تم کھیل کود میں مدہوش ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے، کیونکہ کھلے میدانوں اور صحراؤں میں وہاں بھیڑیے عام تھے۔

قَالُوا لَنْ نَأْكُلَهُ الذُّبُّ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَخٰسِرُونَ (۱۳)

انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی (زور آور) جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑ یا کھا جائے تو ہم بالکل نکلے ہی ہوئے۔

یہ باپ کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اتنے بھائیوں کی موجودگی میں بھیڑ یا یوسف علیہ السلام کو کھا جائے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَآجَمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَتِ الْجُبِّ

پھر جب اسے لے چلے اور سب نے ملکر ٹھان لیا اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں،

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۵)

ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وقت آ رہا ہے کہ) تو انہیں اس ماجرا کی خبر اس حال میں دے گا کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں

قرآن کریم نہایت اختصار کے ساتھ واقعہ بیان کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسلی اور حوصلے کے لئے وحی کی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تیری حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ ایسے بلند مقام پر تجھے فائز کریں گے کہ یہ بھائی بھیک مانگتے ہوئے تیری خدمت میں حاضر ہونگے اور

پھر تو انہیں بتائے گا کہ تم نے اپنے ایک بھائی کے ساتھ اس طرح سنگ دلانہ معاملہ کیا تھا، جسے سن کر وہ حیران اور پشیمان ہو جائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت اگرچہ بچے تھے، لیکن جو بچے، نبوت پر سرفراز ہونے والے ہوں، ان پر بچپن میں بھی وحی آجاتی ہے جیسے حضرت عیسیٰ و یحییٰ وغیرہ علیہم السلام پر آئی۔

وَجَاءُوا آبَاءَهُمْ عِشَاءَ يَبْكُونَ (۱۶)

اور عشاء کے وقت (وہ سب) اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذُّبُّ وَمَا أَنتَ بِمَعْمُومٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ (۱۷)

اور کہنے لگے ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑا تھا پس اسے بھیڑ یا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہ مانیں گے، گو ہم بالکل سچے ہی ہوں

یعنی اگر ہم آپ کے نزدیک معتبر اور اہل صدق ہوتے، تب بھی یوسف علیہ السلام کے معاملے میں آپ ہماری بات کی تصدیق نہ کرتے، اب تو ویسے ہماری حیثیت متمہ افراد کی سی ہے، اب آپ کس طرح ہماری بات کی تصدیق کریں گے؟

وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ

اور یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے،

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ

باپ نے کہا یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل ہی میں سے ایک بات بنالی ہے۔ پس صبر ہی بہتر ہے،

کہتے ہیں کہ ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے یوسف علیہ السلام کی قمیص خون میں لت پت کر لی اور یہ بھول گئے کہ بھیڑیا اگر یوسف علیہ السلام کو کھاتا تو قمیص کو بھی پھٹاتا، قمیص ثابت کی ثابت ہی تھی جس کو دیکھ کر، علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور فراست نبوت سے اندازہ لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ واقعہ اس طرح پیش نہیں آیا جو تم بیان کر رہے ہو، بلکہ تم نے اپنے دلوں سے ہی یہ بات بنالی ہے، حضرت یعقوب اس کی تفصیل سے بے خبر تھے، اس لئے سوائے صبر کے کوئی چارہ اور اللہ کی مدد کے علاوہ کوئی سہارا نہ تھا۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (۱۸)

اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔

منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افہام و ارشاد کے جواب میں فرمایا تھا۔

والله لا اجد لى ولا لكم مثلاً الا ابا يوسف (فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون)

اللہ کی قسم میں اپنے اور آپ لوگوں کے لیے وہی مثال پاتی ہوں جس سے یوسف علیہ السلام کے باپ یعقوب علیہ السلام کو سابقہ پیش آیا تھا اور انہوں نے فصبر جمیل کہہ کر صبر کا راستہ اختیار کیا تھا، یعنی میرے لیے بھی سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَسْرُوْا وَاوْرَدَهُمْ فَاذَلِيْ دَلُوْكَ قَالَ يَا بَشْرِىْ هَذَا اَعْلَامُ

اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا، کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے

واید اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے کے لئے پانی وغیرہ انتظام کرنے کی غرض سے قافلے کے آگے آگے چلتا ہے تاکہ مناسب جگہ دیکھ کر قافلے کو ٹھہرایا جاسکے یہ واید جب کنویں پر آیا اور اپنا ڈول نیچے لٹکایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی پکڑ لی، واید نے ایک خوش شکل بچہ دیکھا تو اسے اوپر کھینچ لیا اور بڑا خوش ہوا۔

وَأَسْرُوْا كِبْرًا مِّنْهُمُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (۱۹)

انہوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا لیا (۱) اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر تھا جو وہ کر رہے تھے۔ (۲)

۱۔ بِضَاعَةٌ سامان تجارت کو کہتے ہیں اَسْرُوْا کا فاعل کون ہے؟

یعنی یوسف کو سامان تجارت سمجھ کر چھپانے والا کون ہے؟

اس میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے برادران یوسف علیہ السلام کو فاعل قرار دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب ڈول کے ساتھ یوسف علیہ السلام بھی کنویں سے باہر نکل آئے تو وہاں یہ بھائی بھی موجود تھے، تاہم انہوں نے اصل حقیقت کو چھپائے رکھا، یہ نہیں کہا کہ یہ ہمارا بھائی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی قتل کے اندیشے سے اپنا بھائی ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ بھائیوں نے انہیں فروختی قرار دیا تو خاموش رہے اور اپنا فروخت ہونا پسند کر لیا۔ چنانچہ اس وارد نے اہل قافلہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ ایک بچہ فروخت ہو رہا ہے۔ مگر یہ بات سیاق سے میل کھاتی نظر نہیں آتی۔

ان کے برخلاف امام شوکانی نے اَسْرُوْا کا فاعل وارد اور اس کے ساتھیوں کو قرار دیا ہے کہ انہوں نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ بچہ کنویں سے نکلا ہے کیونکہ اس طرح تمام اہل قافلہ اس سامان تجارت میں شریک ہو جاتے بلکہ اہل قافلہ کو انہوں نے جا کر یہ بتلایا کہ کنویں کے مالکوں نے یہ

بچہ ان کے سپرد کیا ہے تاکہ اسے وہ مصر جا کر بیچ دیں۔ مگر اقرب ترین بات یہ ہے کہ اہل قافلہ نے بچے کو سامان تجارت قرار دے کر چھپا لیا کہ کہیں اس کے عزیز واقارب اس کی تلاش میں نہ آ پہنچیں۔ اور یوں لینے کے دینے پڑ جائیں کیونکہ بچہ ہونا اور کنوئیں میں پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ کہیں قریب ہی کارہنہ والا ہے اور کھیلنے کو دتے آگرا ہے۔

۲۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے ساتھ یہ جو کچھ ہو رہا تھا، اللہ کو اس کا علم تھا۔ لیکن اللہ نے یہ سب کچھ اس لیے ہونے دیا کہ تقدیر الہی بروئے کار آئے۔ علاوہ ازیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بتلا رہا ہے کہ آپ کی قوم کے لوگ یقیناً ایذا پہنچا رہے ہیں اور میں انہیں اس سے روکنے پر قادر بھی ہوں۔ لیکن میں اسی طرح انہیں مہلت دے رہا ہوں جس طرح برادران یوسف علیہ السلام کو مہلت دی تھی۔ اور پھر بالآخر میں نے یوسف علیہ السلام کو مصر کے تخت پر جا بٹھایا اور اس کے بھائیوں کو عاجز و لاچار کر کے اس کے دربار میں کھڑا کر دیا

اے پیغمبر ایک وقت آئے گا کہ آپ بھی اسی طرح سرخرو ہوں گے اور سرداران قریش آپ کے اشارہ ابرو اور جنبش لب کے منتظر ہوں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر یہ وقت جلد ہی آ پہنچا۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (۲۰)

انہوں نے (۱) اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں پر بیچ ڈالا، وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے (۲)

۱۔ بھائیوں یا دوسری تفسیر کی رو سے اہل قافلہ نے بیچا۔

۲۔ کیونکہ گری پڑی چیز انسان کو یوں ہی کسی محنت کے بغیر مل جاتی ہے، اس لئے چاہے وہ کتنی بھی قیمتی ہو، اس کی صحیح قدر و قیمت انسان پر واضح نہیں ہوتی۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِمِصْرَ لَمْ يَأْتِهِمْ مِثْلُ مَا عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا

مصر والوں میں سے جس نے اسے خرید اٹھا اس نے اپنی بیوی (۱) سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو، بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنا لیں،

کہا جاتا ہے کہ مصر پر اس وقت ریان بن ولید حکمران تھا اور یہ عزیز مصر، جس نے یوسف علیہ السلام کو خرید اس کا وزیر خزانہ تھا، اس کی بیوی کا نام بعض نے راعیل اور بعض نے زلیخا بتلایا ہے واللہ اعلم۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

یوں ہم نے مصر کی سرزمین پر یوسف کا قدم جما دیا (۱)، کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھا دیں۔

یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے ظالم بھائیوں سے نجات دی، اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر میں ایک معقول اچھا ٹھکانا عطا کیا۔

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲۱)

اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۲۲)

جب (یوسف) بچپن کی عمر کو پہنچ گئے ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا (۱) ہم نیکوں کا روں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

یعنی نبوت یا نبوت سے قبل کی دانائی اور قوت فیصلہ۔

وَمَا أَوْدَعْتُهُ آلِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْت لَكَ

اس عورت نے جسکے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے

اور دروازہ بند کر کے کہنے لگی لو آ جاؤ

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (۲۳)

یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ میرا رب، مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے۔ بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔

یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نیا امتحان شروع ہوا

عزیز مصر کی بیوی، جس کو اس کے خاوند نے تاکید کی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو اکرام و احترام کے ساتھ رکھے، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور انہیں دعوت گناہ دینے لگی، جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے ٹھکرادیا۔

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف اس (۱) کا قصد کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھتے (۲)

۱۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ لَوْلَا أَن رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ کا تعلق ما قبل یعنی وَهَمَّ بِهَا سے نہیں بلکہ اس کا جواب محذوف ہے یعنی لَوْلَا أَن رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ لَفَعَلَ مَا هُم بِهِ اگر یوسف علیہ السلام اللہ کی دلیل نہ دیکھتے تو جس چیز کا قصد کیا تھا وہ کر گزرتے۔

یہ ترجمہ اکثر مفسرین کی تفسیر کے مطابق ہے اور جن لوگوں نے اسے لَوْلَا کے ساتھ جوڑ کر یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے قصد ہی نہیں کیا، ان مفسرین نے اسے عربی اسلوب کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور یہ معنی بیان کئے ہیں کہ قصد تو یوسف علیہ السلام نے بھی کر لیا تھا لیکن ایک تو یہ اختیاری نہیں تھا بلکہ عزیز مصر کی بیوی کی ترغیب اور دباؤ اس میں شامل تھا۔ دوسرے یہ کہ گناہ کا قصد کر لینا عصمت کے خلاف نہیں ہے، اس پر عمل کرنا عصمت کے خلاف ہے۔ (فتح القدير، ابن کثیر)

مگر محققین اہل تفسیر نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ یوسف علیہ السلام بھی اس کا قصد کر لیتے۔ اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھے ہوتے۔ یعنی انہوں نے اپنے رب کی برہان دیکھ رکھی تھی۔ اس لیے عزیز مصر کی بیوی کا قصد ہی نہیں کیا۔ بلکہ دعوت گناہ ملتے ہی پکارا اٹھے معاذ اللہ۔

البتہ قصد نہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ نفس میں ہيجان اور تحریک ہی پیدا نہیں ہوئی۔ ہيجان اور تحریک پیدا ہونا الگ بات ہے۔ اور قصد کر لینا الگ بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر سرے سے ہيجان اور تحریک ہی پیدا نہ ہو تو ایسے شخص کا گناہ سے بچ جانا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو تب ہی ہے کہ نفس کے اندر داعیہ اور تحریک پیدا ہو اور پھر انسان اس پر کنٹرول کرے اور گناہ سے بچ جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی کمال صبر و ضبط کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔

۲۔ یہاں پہلی تفسیر کے مطابق **لَوْلَا** کا جواب مخدوف ہے **لفعل ماہم بہ** یعنی اگر یوسف علیہ السلام رب کی برہان دیکھتے تو جو قصد کیا تھا کر گزرتے۔

یہ برہان کیا تھی؟

اس میں مختلف اقوال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رب کی طرف سے کوئی ایسی چیز آپ کو دکھائی گئی کہ اسے دیکھ کر آپ نفس کے داعیے کے دبانے اور رد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی اسی طرح حفاظت فرماتا ہے۔

كَذَلِكَ لِنُضْمِرَ عَنْهُ الشُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (۲۴)

یونہی ہوا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں (۱) بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو برہان دکھا کر برائی یا اس کے ارادے سے بچالیا، اسی طرح ہم نے اسے ہر معاملے میں برائی اور بے حیائی کی باتوں سے دور رکھنے کا اہتمام کیا۔ کیونکہ وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

وَاسْتَبَقْنَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيْنا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ

دونوں دروازے کی طرف دوڑے (۱) اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور دروازے کے پاس اس کا شوہر دونوں کو مل گیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ عورت برائی کے ارتکاب پر مصر ہے، تو وہ باہر نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑے، یوسف علیہ السلام کے پیچھے انہیں پکڑنے کے لئے عورت بھی دوڑی۔ یوں دونوں دروازے کی طرف لپکے اور دوڑے۔

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۲۵)

تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بر ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے۔ یعنی خاوند کو دیکھتے ہی خود معصوم بن گئی اور مجرم تمام تر یوسف علیہ السلام کو قرار دے کر ان کے لئے سزا بھی تجویز کر دی۔ حالانکہ صورت حال اس کے برعکس تھی، مجرم خود تھی جب کہ حضرت یوسف بالکل بے گناہ اور برائی سے بچنے کے خواہش مند اور اسکے لئے کوشاں تھے۔

قَالَ هِيَ رَأَوْدَتْنِي عَنْ نَفْسِي

یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے پھسلار ہی تھی

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ عورت تمام الزام ان پر ہی دھر رہی ہے صورت حال واضح کر دی اور کہا کہ مجھے برائی پر مجبور کرنے والی یہی ہے۔ میں اس سے بچنے کے لئے باہر دروازے کی طرف بھاگتا ہوا آیا ہوں۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (۲۶)

اور عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی (۱) کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔

یہ انہی کے خاندان کا کوئی سمجھدار آدمی تھا جس نے یہ فیصلہ کیا۔ فیصلے کو یہاں شہادت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ معاملہ ابھی تحقیق طلب تھا۔ شیر خوار بچے کی شہادت والی بات مستند روایات سے ثابت نہیں۔ صحیحین میں تین شیر خوار بچوں کے بات کرنے کی حدیث ہے جن میں یہ جو تھا نہیں ہے جس کا ذکر اس مقام پر کیا جاتا ہے۔

وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲۷)

اور اگر اس کا کرتہ پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔

فَلَمَّا هَرَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِ كُنَّ إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٌ (۲۸)

خاوند نے جو دیکھا کہ یوسف کا کرتہ پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو صاف کہہ دیا یہ تو عورتوں کی چال بازی ہے،

بیشک تمہاری چال بازی بہت بڑی ہے

یہ عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کی حرکت قبیحہ دیکھ کر عورتوں کی بابت کہا، یہ نہ اللہ کا قول ہے نہ ہر عورت کے بارے میں صحیح، اس لئے اسے ہر عورت پر چسپاں کرنا اور اس بنیاد پر عورت کو مکرو فریب کا پتلا باور کرانا، قرآن کا ہرگز منشا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ اس جملے سے عورت کے بارے میں یہ تاثر دیتے ہیں۔

يُوسُفُ أَعْرَضَ عَنْ هَذَا

یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کرو

یعنی اس کا چرچا مت کرو۔

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ (۲۹)

اور (اے عورت) تو اپنے گناہ سے توبہ کر، بیشک تو گنہگاروں میں سے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح ہو گئی تھی۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ

اور شہر کی عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے (جو ان) غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے،

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۳۰)

ان کے دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے، ہمارے خیال میں تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔

جس طرح خوشبو کو پردوں سے چھپایا نہیں جا سکتا، عشق و محبت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ گو عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اسے نظر انداز کرنے کی تلقین کی اور یقیناً آپ کی زبان مبارک پر اس کا کبھی ذکر بھی نہیں آیا ہو گا اس کے باوجود یہ واقعہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا اور زنان مصر میں اس کا چرچا عام ہو گیا، عورتیں تعجب کرنے لگیں کی عشق کرنا تھا تو کسی پیکر حسن و جمال سے کیا جاتا، یہ کیا اپنے ہی غلام پر زلیخا فریفتہ ہو گئی، یہ تو اس کی ہی نادانی ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكًا وَأَتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سَبْكِينًا وَقَالَتِ اجْعَلْنِي مِثْلَ مَا كُنَّ عَلَيْهِنَّ

اس نے جب ان کی اس فریب پر غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا (۱) اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی (۲) اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی۔ اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے آؤ (۳)

۱۔ زنان مصر کی غائبانہ باتوں اور طعن و ملامت کو مکر سے تعبیر کیا گیا، جس کی وجہ سے بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ ان عورتوں کو بھی یوسف کے بے مثال حسن و جمال کی اطلاعات پہنچ چکی تھیں۔ چنانچہ وہ اس پیکر حسن کو دیکھنا چاہتی تھیں چنانچہ وہ اپنے اس مکر خفیہ تدبیر میں کامیاب ہو گئیں اور امر آة العزیز نے یہ بتلانے کے لیے کہ میں جس پر فریفتہ ہوئی ہوں، محض ایک غلام یا عام آدمی نہیں ہے بلکہ ظاہر و باطن کے ایسے حسن سے آراستہ ہے کہ اسے دیکھ کر نقد دل و جان ہار جانا کوئی انہونی بات نہیں، لہذا ان عورتوں کی ضیافت کا اہتمام کیا اور انہیں دعوت طعام دی۔

۲۔ یعنی ایسی نشست گاہیں بنائیں جن میں تکتے لگے ہوئے تھے، جیسا کہ آج کل بھی عربوں میں ایسی فرشی نشست گاہیں عام ہیں۔

۳۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو پہلے چھپائے رکھا، جب سب عورتوں نے ہاتھوں میں چھریاں پکڑ لیں تو امر آة العزیز (زلیخا) نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مجلس میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

فَلَمَّا بَرَأَتْهُ أَكْبَرَتْهُ وَكَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (۳۱)

ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے (۱) اور زبانوں سے نکل گیا کہ ماشاء اللہ! یہ انسان تو ہرگز نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے۔ (۲)

۱۔ یعنی حسن یوسف علیہ السلام کی جلوہ آرائی دیکھ کر ایک تو ان کے عظمت و جلال شان کا اعتراف کیا اور دوسرے، ان پر بے خودی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ چھریاں اپنے ہاتھوں پر چلا لیں۔ جس سے ان کے ہاتھ زخمی اور خون آلودہ ہو گئے۔ حدیث میں آتا ہے:

حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ فرشتے شکل و صورت میں انسان سے بہتر یا افضل ہیں۔ کیونکہ فرشتوں کو تو انسانوں نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں صراحت کی ہے کہ ہم نے اسے احسن تقویم بہترین انداز میں پیدا کیا ہے۔

ان عورتوں نے بشریت کی نفی محض اس لیے کی کہ انہوں نے حسن و جمال کا ایک ایسا پیکر دیکھا تھا جو انسانی شکل میں کبھی ان کی نظروں سے نہیں گزرتھا اور انہوں نے فرشتہ اس لیے قرار دیا کہ عام انسان یہی سمجھتا ہے فرشتے ذات و صفات کے لحاظ سے ایسی شکل رکھتے ہیں جو انسانی شکل سے بالاتر ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کی غیر معمولی خصوصیات و امتیازات کی بناء پر انہیں انسانیت سے نکال کر نورانی مخلوق قرار دینا، ہر دور کے ایسے لوگوں کا شیوہ رہا ہے جو نبوت اور اس کے مقام سے نا آشنا ہوتے ہیں۔

قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ^ط

اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا، یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں

جب زلیخا نے دیکھا اس کی چال کامیاب رہی ہے اور عورتیں یوسف علیہ السلام کے جلوہ حسن آراء سے مدہوش ہو گئیں تو کہنے لگی، کہ اس کی ایک جھلک سے تمہارا یہ حال ہو گیا ہے تو کیا تم اب بھی مجھے اس کی محبت میں گرفتار ہونے پر طعنہ زنی کرو گی؟
یہی وہ غلام ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی ہو۔

وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ^ط

میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا، لیکن یہ بال بال بچا رہا،

وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُ لَكَيْتَسْجُنَ وَلَيْكُونَا مِنَ الصَّاغِرِينَ (۳۲)

اور جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بیشک یہ بہت ہی بے عزت ہو گا۔

عورتوں کی مدہوشی دیکھ کر اس کو مزید حوصلہ ہو گیا اور شرم و حیا کے سارے حجاب دور کر کے اس نے اپنے برے ارادے کا ایک مرتبہ پھر اظہار کیا۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ^ط

یوسف نے دعا کی اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورت مجھے بلا رہی ہے اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے،

وَالْأَتَصْرِفُ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَضْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ (۳۳)

اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا اپنے دل میں کی۔ اس لئے کہ ایک مؤمن کے لئے دعا بھی ایک ہتھیار ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

سات آدمیوں کو قیامت والے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جسے ایک ایسی عورت دعوت گناہ دے جو حسن و جمال سے بھی آراستہ ہو اور جاہ و منصب کی حامل ہو۔ لیکن وہ اس کے جواب میں کہہ دے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

فَأَسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۳۴)

اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیئے، یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

كُفِّرْنَا بَلَاغًا مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوْا الْآيَاتِ لَيْسَ جُنْدًا حَتَّىٰ حِينٍ (۳۵)

پھر ان تمام نشانہوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں۔

عفت و پاک دامنی واضح ہو جانے کے باوجود یوسف علیہ السلام کو حوالہ زنداں کرنے میں یہی مصلحت ان کے پیش نظر ہو سکتی تھی کہ عزیز مصر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی بیوی سے دور رکھنا چاہتا ہو گا تاکہ وہ دوبارہ یوسف علیہ السلام کو اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش نہ کرے جیسا کہ وہ ایسا ارادہ رکھتی تھی۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانٍ^ط

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے،

قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا^ط

ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھا ہے،

وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ^ط

اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں،

نَبَيْنَا بِنَاءٍ وَإِلَيْهِ إِنَّا نَرْكَبُ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (۳۶)^ط

ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں تو آپ خوبوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں۔

یہ دونوں نوجوان شاہی دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک شراب پلانے پر معمور تھا اور دوسرا نان بائی تھا، کسی حرکت پر دونوں کو قید میں ڈال دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت تقویٰ و راست بازی اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے جیل میں دیگر تمام قیدیوں سے ممتاز تھے علاوہ ازیں خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم اور ملکہ اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ ان دونوں نے خواب دیکھا تو قدرتی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف انہوں نے رجوع کیا اور کہا ہمیں آپ محسنین میں سے نظر آتے ہیں، ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتائیں۔

محسن کے ایک معنی بعض نے یہ بھی کئے ہیں کہ خواب کی تعبیر آپ اچھی کر لیتے ہیں۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَأُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمَا^ع

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا

ذَلِكَ مَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي^ع

یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو میرے رب نے سکھایا ہے،

یعنی میں جو تعبیر بتلاؤں گا، وہ کاہنوں اور نجومیوں کی طرح ظن و تخمین پر مبنی نہیں ہوگی، جس میں خطا اور نیکی دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ بلکہ میری تعبیر یقینی علم پر مبنی ہوگی جو اللہ کی طرف سے مجھے عطا کیا گیا ہے، جس میں غلطی کا امکان ہی نہیں۔

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (۳۷)

میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔

یہ الہام اور علم الہی (جن سے آپ کو نوازا گیا) کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات مجھ پر ہوئے۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں، یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کے دین کا

اجداد کو بھی آباء کہا، اس لئے کہ وہ بھی آباء ہی ہیں۔ پھر ترتیب میں جد اعلیٰ (ابراہیم علیہ السلام) پھر جد اقرب (اسحاق علیہ السلام) اور پھر باپ (یعقوب علیہ السلام) کا ذکر کیا، یعنی پہلے۔ پہلی اصل، پھر دوسری اصل اور پھر تیسری اصل بیان کی۔

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں

وہی توحید کی دعوت اور شرک کی تردید ہے جو ہر نبی کی بنیادی اور اولین تعلیم اور دعوت ہوتی ہے۔

ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (۳۸)

ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔

يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَرَبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۹)

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! (۱) کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ (۲) یا ایک اللہ زبردست طاقتور۔

۱۔ قید خانے کے ساتھی۔ اسلئے قرار دیا کہ یہ سب ایک عرصے سے جیل میں محبوس چلے آ رہے تھے۔

۲۔ تفریق ذات، صفات اور عدد کے لحاظ سے ہے۔ یعنی وہ رب، جو ذات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متفرق، صفات میں ایک دوسرے سے مختلف اور تعداد میں باہم متنافی ہیں، وہ بہتر ہیں یا اللہ، جو اپنی ذات و صفات میں متفرد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ سب پر غالب اور حکمران ہے۔

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا الْأَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ

اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان

کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ان کا نام معبود تم نے خود ہی رکھ لیا ہے، درال حالیکہ وہ معبود ہیں نہ ان کی بابت کوئی دلیل اللہ نے اتاری ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان معبودوں کے جو مختلف نام تم نے تجویز کر رکھے ہیں۔ مثلاً خواجہ غریب نواز، گنج بخش کرنی والا، کرماں والا وغیرہ یہ سب تمہارے خود ساختہ ہیں۔ ان کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری۔

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ

فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو،

ذَلِكَ الدِّينَ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲۰)

یہی دین درست ہے (۱) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۲)

۱۔ یہی دین، جس کی طرف میں تمہیں بلارہا ہوں، جس میں صرف ایک اللہ کی عبادت ہے، درست اور رقیم ہے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

۲۔ جس کی وجہ سے اکثر لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ - (۱۲:۱۰۶)

ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں

اور فرمایا:

وَمَا أَكْثَرَ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ - (۱۲:۱۰۳)

اے پیغمبر تیری خواہش کے باوجود اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

يَا صَاحِبِي السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَيَسْقِي رَبَّهُ حَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصَلِّبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ

اے میرے قید خانے کے رفیقو! (۱) تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا (۲) لیکن دوسرا سولی پر چڑھایا

جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے (۳)

۱۔ توحید کا وعظ کرنے کے بعد اب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بیان کردہ خوابوں کی تعبیر بیان فرما رہے ہیں۔

۲۔ یہ وہی شخص ہے جس نے خواب میں اپنے کو انگور کا شیرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا تاہم آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کی تعبیر نہیں کی تاکہ مرنے والا پہلے ہی غم و حزن میں مبتلا نہ ہو جائے۔

۳۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے سر پر خواب میں روٹیاں اٹھائے دیکھا تھا۔

فُضِي الأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (۲۱)

تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

یعنی تقدیر الہی میں پہلے سے یہ بات ثبت ہے اور جو تعبیر میں بتلائی ہے۔ لامحالہ واقع ہو کر رہے گا۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

خواب، جب تک اس کی تعبیر نہ کی جائے، پرندے کے پاؤں پر ہے۔ جب اس کی تعبیر کر دی جائے تو واقع ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بحوالہ ابن کثیر)

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا إِذْ كُنِيَ عِنْدَ رَبِّكَ فَأَسَاءَ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (۲۲)

اور جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے

شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے۔

بُضْعُ كَالْفِطْرَيْنِ سے لے کر نو تک عدد کے لیے بولا جاتا ہے، وہب بن منبہ کا قول ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام آزمائش میں اور یوسف علیہ السلام قید خانے میں سات سال رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال رہا اور بعض کے نزدیک بارہ سال اور بعض کے نزدیک چودہ سال قید خانے میں رہے۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سَوِيَّاتٍ يُرِيحْنَ سَبْعَ عَجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ حُضِرٍ وَأُخْرٍ يَا بَسَاتٍ^ط

بادشاہ نے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے سات موٹی تازی فریہ گائے ہیں جن کو سات لاغر دہلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہیں ہری ہری اور دوسری سات بالکل خشک۔

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُونَ (۴۳)

اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو۔

قَالُوا أَهْصَاتُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ (۴۴)

انہوں نے جواب دیا یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں۔

یہ خواب اس بادشاہ کو آیا، عزیز مصر جس کا وزیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس خواب کے ذریعے سے یوسف علیہ السلام کی رہائی عمل میں لانی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کے درباریوں، کانہوں اور نجومیوں نے اس خواب پریشان کی تعبیر بتلانے سے عجز کا اظہار کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ نجومیوں کے اس قول کا مطلب مطلقاً علم تعبیر کی نفی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علم تعبیر سے وہ بے خبر نہیں تھے نہ اس کی انہوں نے نفی کی، انہوں نے صرف خواب کی تعبیر بتلانے سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَنْسِلُونِ (۴۵)

ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہوا تھا اسے مدت کے بعد یاد آگیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا مجھے جانے کی اجازت دیجئے۔

یہ قید کے دو ساتھیوں میں سے ایک نجات پانے والا تھا، جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر کرنا، تاکہ میری رہائی کی صورت بن سکے۔ اسے اچانک یاد آیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو میں تمہیں آکر اس کی تعبیر بتلا تا ہوں، چنانچہ وہ نکل کر سیدھا یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور خواب کی تفصیل بتا کر اس کی تعبیر کی بابت پوچھا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا

اے یوسف! اے بہت بڑے سچے یوسف! آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے

فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سَوِيَّاتٍ يُرِيحْنَ سَبْعَ عَجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ حُضِرٍ وَأُخْرٍ يَا بَسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ (۴۶)

کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دہلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات ہی دوسرے بھی بالکل خشک ہیں، تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں۔

قَالَ تَذَرُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ (۴۷)

یوسف نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگاتار حسب عادت غلہ بویا کرنا، اور فصل کاٹ کر اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادًا يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَحْصِنُونَ (۴۸)

اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلہ کو کھا جائیں گے، جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا (۱) سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھتے ہو۔ (۲)

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم تعبیر سے بھی نوازی تھا، اس لئے وہ اس خواب کی تہہ تک فوراً پہنچ گئے انہوں نے موٹی تازہ سات گائیوں سے سات سال مراد لئے جن میں خوب پیداوار ہوگی، اور سات دہلی پتلی گائیوں سے اس کے برعکس سات سال خشک سالی کے۔ اسی طرح سات سبز خوشوں سے مراد لیا کہ زمین خوب پیداوار دے گی اور سات خشک خوشوں کا مطلب یہ ہے کہ ان سات سالوں میں زمین کی پیداوار نہیں ہوگی۔ اور پھر اس کے لئے تدبیر بھی بتلائی کہ سات سال تم متواتر کاشتکاری کرو اور جو غلہ تیار ہو، اسے کاٹ کر بالیوں سمیت ہی سنبھال کر رکھو تاکہ ان میں غلہ زیادہ محفوظ رہے، پھر جب سات سال قحط کے آئیں گے تو یہ غلہ تمہارے کام آئے گا جس کا ذخیرہ تم اب کرو گے۔

۲۔ مِمَّا تَحْصِنُونَ سے مراد وہ دانے ہیں جو دوبارہ کاشت کے لئے محفوظ کر لئے جاتے ہیں۔

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُّ النَّاسُ وَفِيهِ يُعْصِرُونَ (۴۹)

اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں (شیرہ انگور بھی) خوب نچوڑیں گے

یعنی قحط کے سال گزرنے کے بعد پھر خوب بارش ہوگی، جس کے نتیجے میں کثرت پیداوار ہوگی اور تم انگوروں سے شیرہ نچوڑو گے، زیتوں سے تیل نکالو گے اور جانوروں سے دودھ دوو گے۔

خواب کی اس تعبیر کو خواب سے کیسی لطیف مناسبت حاصل ہے، جسے صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ایسا صحیح وجدان، ذوق سلیم اور ملکہ راسخ عطا فرمادے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ^ط

اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ الْمَسْوُوعِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ^ج

جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا،

اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟

مطلب یہ ہے کہ جب وہ شخص تعبیر دریافت کر کے بادشاہ کے پاس گیا اور اسے تعبیر بتائی تو وہ اس تعبیر سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بتلائی ہوئی تدبیر سے بڑا متاثر ہوا اور اس نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص، جسے ایک عرصے سے حوالہ زنداں کیا ہوا ہے، غیر معمولی علم و فضل اور اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں دربار میں پیش کرنے کا حکم دیا۔

إِنَّ تَرِيًّا بِكَيْدِ هُنَّ عَلِيمٌ (۵۰)

ان کے حیلے کو (صحیح طور پر) جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بادشاہ اب مائل بہ کرم ہے، تو انہوں نے اس طرح محض عنایتِ خسوانہ سے جیل سے نکلنے کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ اپنے کردار کی رفعت اور پاک دامنی کے اثبات کو ترجیح دی تاکہ دنیا کے سامنے آپ کا کردار اور اس کی بلندی واضح ہو جائے۔ کیونکہ داعی الی اللہ کے لئے یہ عفت و پاک بازی اور رفعتِ کردار بہت ضروری ہے۔

قَالَ مَا خَطْبُكَ إِنَّ اذَّكَرًا وَاذُنًا لُّيُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ

بادشاہ نے پوچھا اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ فریب کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانہ چاہتی تھیں

فَلَنْ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ

انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی،

بادشاہ کے استفسار پر تمام عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اعتراف کیا۔

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَرَبِ اِنَّ الْاِنَّ حَصَّصْنَ الْحَقُّ اَنَا وَاذُنُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (۵۱)

پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات نھر آئی میں نے ہی اسے ورغلا یا تھا، اس کے جی سے، اور یقیناً وہ سچوں میں سے ہے۔

اب زلیخا کے لئے بھی یہ اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں رہا کہ یوسف علیہ السلام بے قصور ہے اور یہ پیش دستی میری ہی طرف سے ہوئی تھی، اس فرشتہ صفت انسان کا اس لغزش سے کوئی تعلق نہیں۔

ذَلِكَ لِيَعْلَمَ اَنْي لَمْ اَحْنُهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ (۵۲)

(یوسف نے کہا) یہ اس واسطے کہ (عزیز) جان لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی (۱) اور یہ بھی کہ اللہ دغا بازوں کے

بھٹکانڈے چلنے نہیں دیتا۔ (۲)

۱۔ جب جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ساری تفصیل بتلائی گئی تو اسے سن کر یوسف علیہ السلام نے کہا اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس جا کر انہوں نے یہ کہا اور بعض مفسرین کے نزدیک زلیخا کا قول ہے اور مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بھی اس غلط طور پر خیانت کا ارتکاب نہیں کرتی بلکہ امانت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرتی ہوں۔

یابہ مطلب ہے کہ میں نے اپنے خاوند کی خیانت نہیں کی اور کسی بڑے گناہ میں واقعہ نہیں ہوئی۔

امام ابن کثیر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ کہ وہ اپنے مکرو فریب میں ہمیشہ کامیاب ہی رہیں، بلکہ ان کا اثر محدود اور عارضی ہوتا ہے۔ بالآخر جیت حق اور اہل حق ہی کی ہوتی ہے، گو عارضی طور پر اہل حق کو آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔

وَمَا أُبْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا (۱) بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے (۲) مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کے (۳)

۱۔ اسے اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا تسلیم کیا جائے تو بطور کسر نفسی کے ہے، ورنہ صاف ظاہر ہے کہ ان کی پاک دامنی ہر طرح سے ثابت ہو چکی تھی۔ اور اگر یہ عزیزہ مصر کا قول ہے (جیسا کہ امام ابن کثیر کا خیال ہے) تو یہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ اپنے گناہ کا اور یوسف علیہ السلام کو بہلانے اور پھسلانے کا اعتراف کر لیا۔

۲۔ یہ اس نے اپنی غلطی کی یا اس کی علت بیان کی کہ انسان کا نفس ہی ایسا ہے کہ برائی پر ابھارتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔

۳۔ یعنی نفس کی شرارتوں سے وہی بچتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔

إِنَّ رَبِّيَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۵۳)

یقیناً میرا رب پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ اَمِينٌ (۵۴)

بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لئے مقرر کر لوں (۱) پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ

آپ ہمارے ہاں ذی عزت اور امانت دار ہیں (۲)

۱۔ جب بادشاہ ریان بن ولید یوسف علیہ السلام کے علم و فضل کے ساتھ ان کے کردار کی رفعت اور پاک دامنی بھی واضح ہو گئی، تو اسے حکم دیا کہ انہیں میرے سامنے پیش کرو، میں انہیں اپنے لئے منتخب کرنا یعنی اپنا مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا ہوں۔

۲۔ مَکِينٌ مرتبہ والا، آمین ر موز مملکت کارازدان۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْمُ (۵۵)

(یوسف) نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر معمور کر دیجئے (۱) میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں (۲)

۱۔ خَزَائِنِ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں زمین کے خزانوں سے مراد وہ گودام ہیں جہاں غلہ جمع کیا جاتا ہے۔ اس کا انتظام ہاتھ میں لینے کی خواہش اس لئے ظاہر کی کہ مستقبل قریب میں (خواب کی تعبیر کی رو سے) جو قحط سالی کے ایام آنے والے ہیں، اس سے نمٹنے کے لئے مناسب انتظامات کئے جاسکیں اور غلے کی معقول مقدار بچا کر رکھی جاسکے، عام حالات میں اگرچہ عہدہ و منصب کی طلب جائز نہیں ہے،

لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اقدام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص حالات میں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ قوم اور ملک کو جو خطرات درپیش ہیں اور ان سے نمٹنے کی اچھی صلاحیت میرے اندر موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں، تو وہ اپنی اہلیت کے مطابق اس

مخصوص عہدے اور منصب کی طلب کر سکتا ہے علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام نے تو سرے سے عہدہ و منصب طلب ہی نہیں کیا، البتہ جب بادشاہ مصر نے انہیں پیشکش کی تو پھر ایسے عہدے کی خواہش کی جس میں انہوں نے ملک اور قوم کی خدمت کا پہلو نمایاں دیکھا۔

۲۔ **حَفِیْظٌ** میں اس کی اس طرح حفاظت کروں گا کہ اسے کسی بھی غیر ضروری مصرف میں خرچ نہیں کروں گا

عَلِیْمٌ اس کو جمع کرنے اور خرچ کرنے اور اس کے رکھنے اور نکالنے کا بخوبی علم رکھتا ہے۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوهُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ

اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو ملک کا قبضہ دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے ہے

یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں ایسی قدرت و طاقت عطا کی کہ بادشاہ وہی کچھ کرتا جس کا حکم حضرت یوسف علیہ السلام کرتے، اور سرزمین مصر میں اس طرح تصرف کرتے جس طرح انسان اپنے گھر میں کرتا ہے اور جہاں چاہتے، وہ رہتے، پورا مصر ان کے زیر نگیں تھا۔

نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۵۶)

ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں۔ ہم نیکو کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔

یہ گویا اجر تھا ان کے صبر کا جو بھائیوں کے ظلم و ستم پر انہوں نے کیا اور ثابت قدمی کا زلیخا کی دعوت گناہ کے مقابلے میں اختیار کی اور اس کی اولوالعزمی کا جو قید خانے کی زندگی میں اپنا رکھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اور غلامی کی مذموم سعی کی تھی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ سے مسلمان ہو گیا تھا

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ عزیز مصر، جس کا نام اظفیر تھا، فوت ہو گیا تو اس کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہو گیا اور دو بچے بھی ہوئے، ایک نام افرام اور دوسرے کا نام بیثا تھا، افرام ہی یوشع بن نون اور حضرت ایوب علیہ السلام کے والد تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

لیکن یہ بات مستند روایت سے ثابت نہیں اس لئے نکاح والی بات صحیح معلوم نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس عورت سے جس کردار کا مظاہرہ ہوا، اس کے ہوتے ہوئے ایک نبی کے حرم سے اس کی وابستگی، نہایت نامناسب بات لگتی ہے۔

وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ حَتَّىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۵۷)

یقیناً ایمان داروں اور پرہیزگاروں کا آخری اجر بہت ہی بہتر ہے۔

وَجَاءَ إِخْوَتُهُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ (۵۸)

یوسف کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب خوش حالی کے سات سال گزرنے کے بعد قحط سالی شروع ہو گئی جس نے ملک مصر کے تمام علاقوں اور شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، حتیٰ کہ کنعان تک بھی اس کے اثرات جا پہنچے جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رہائش پذیر تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن تدبیر سے اس قحط سالی سے نمٹنے کے لئے جو انتظامات کئے تھے وہ کام آئے اور ہر طرف سے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ لینے کے لئے آ رہے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ شہرت کنعان تک بھی جا پہنچی کہ مصر کا بادشاہ اس طرح غلہ فروخت کر رہا ہے۔ چنانچہ باپ کے حکم پر یہ برادران یوسف علیہ السلام بھی گھر کی پونجی لے کر غلے کے حصول کے لئے دربار شاہی میں پہنچ گئے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرماتھے، جنہیں یہ بھائی تو نہ پہچان سکے لیکن یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ أَلا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (۵۹)

جب انہیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں

حضرت یوسف علیہ السلام نے انجان بن کر جب اپنے بھائیوں سے باتیں پوچھیں تو انہوں نے جہاں اور سب کچھ بتایا، یہ بھی بتا دیا کہ ہم دس بھائی اس وقت یہاں موجود ہیں۔ لیکن ہمارے دو بھائی (یعنی دوسری ماں سے) اور بھی ہیں۔ ان میں سے ایک تو جنگل میں ہلاک ہو گیا اور اس کے دوسرے بھائی کو والد نے اپنی تسلی کے لئے اپنے پاس رکھا ہے، اسے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا۔ جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آئندہ اسے بھی ساتھ لے کر آنا، دیکھتے نہیں کہ میں ناپ بھی پورا دیتا ہوں اور مہمان نوازی اور خاطر مدارت بھی خوب کرتا ہوں۔

فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُون (۶۰)

پس اگر تم اسے لے کر نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ بھی نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا ترغیب کے ساتھ یہ دھمکی ہے کہ اگر گیارہویں بھائی کو ساتھ نہ لائے تو نہ تمہیں غلہ ملے گا نہ میری طرف سے اس خاطر مدارت کا اہتمام ہو گا

قَالُوا اسْتُرْ آوِدُ عَيْنَهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ (۶۱)

انہوں نے کہا ہم اس کے باپ کو اس کی بابت پھسلائیں گے اور پوری کوشش کریں گے۔

یعنی ہم اپنے باپ کو اس بھائی کو لانے کے لئے پھسلائیں گے اور ہمیں امید ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔

وَقَالَ لِفَتْيَانِهِ اجْعَلُوا بَصِصًا عَتَّهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۶۲)

اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ (۱) ان کی پونجی انہی کی بوریوں میں رکھ دو (۲) کہ جب لوٹ کر اپنے اہل و عیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ پھر لوٹ کر آئیں۔

۱۔ فِتْيَانِ (نوجوانوں) سے مراد یہاں وہ نوکر چاکر اور خادم و غلام ہیں جو دربار شاہی میں مامور تھے۔

۲۔ اس سے مراد وہ پونجی ہے جو غلہ خریدنے کے لئے برادران یوسف علیہ السلام ساتھ لائے تھے، پونجی چپکے سے ان کے سامان میں اس لئے رکھوادی کہ ممکن ہے دوبارہ آنے کے لئے ان کے پاس مزید پونجی نہ ہو تو یہی پونجی لے کر آجائیں۔

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلَ

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے تو غلہ کا ناپ روک لیا گیا

مطلب یہ ہے کہ آئندہ کے لئے غلہ بنیامین کے بھیجنے کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر یہ ساتھ نہیں جائے گا تو غلہ نہیں ملے گا۔ اس لئے اسے ضرور ساتھ بھیجیں تاکہ ہم دوبارہ بھی اسی طرح غلہ مل سکے، جس طرح اس دفعہ ملا ہے، اور اس طرح کا اندیشہ نہ کریں جو یوسف علیہ السلام کو بھیجتے ہوئے کیا تھا، ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانَاتُكُمُ اللَّيْلَةَ لِيَأْتِنَا بِغَلَّةِ الْبَنِيَامِينَ (۶۳)

اب آپ ہمارے ساتھ بھائی کو بھیجئے کہ ہم بیاناہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔

قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمَنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ

(یعقوبؑ نے) کہا مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے، جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا

یعنی تم نے یوسف علیہ السلام کو بھی ساتھ لے جاتے وقت اسی طرح حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن جو کچھ ہو اوہ سامنے ہے، اب میں تمہارا کس طرح اعتبار کروں۔

فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (۶۴)

بس اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ ۲

تاہم چونکہ غلہ کی شدید ضرورت تھی۔ اس لئے اندیشے کے باوجود بنیامین کو ساتھ بھیجنے سے انکار مناسب نہیں سمجھا اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے بھیجنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي دُبُرِ إِبْنِ آدَمَ ابْنِ آدَمَ ابْنِ آدَمَ

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اپنا سرمایہ موجود پایا جو ان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیے

یعنی بادشاہ کے اس حسن سلوک کے بعد، کہ اس نے ہماری خاطر تواضع بھی خوب کی اور ہماری پونجی بھی واپس کر دی، اور ہمیں کیا چاہیے۔

هَذِهِ بِضَاعَتُنَا مُرْتَدًّا إِلَيْنَا وَنَحْنُ أَهْلَانَا وَنَحْفَظُ آخَانَاتُكُمُ اللَّيْلَةَ لِيَأْتِنَا بِغَلَّةِ الْبَنِيَامِينَ (۶۵)

دیکھئے تو ہمارا سرمایہ بھی واپس لوٹا دیا گیا ہے، ہم اپنے خاندان کو رسد لادیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ زیادہ لائیں گے (۱) یہ ناپ تو بہت آسان ہے۔ (۲)

۱۔ کیونکہ فی کس ایک اونٹ جتنا بوجھ اٹھا سکتا تھا، غلہ دیا جاتا تھا، بنیامین کی وجہ سے ایک اونٹ کے بوجھ بھر غلہ مزید ملتا۔

۲۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے ایک بار شتر غلہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، آسان ہے،

دوسرا مطلب یہ ہے کہ **ذَلِكَ** کا اشارہ اس غلہ کی طرف ہے جو ساتھ لائے تھے۔ اور **يَسِيرٌ** بمعنی قلیل ہے یعنی جو غلہ ہم ساتھ لائے ہیں قلیل ہے بنیامین کے ساتھ جانے سے ہمیں کچھ غلہ اور مل جائے گا تو اچھی ہی بات ہے ہماری ضرورت زیادہ بہتر طریقے سے پوری ہو سکے گی۔

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَبَكُمْ^ط

یعقوبؑ نے کہا! میں تو اسے ہر گز ہر گز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے، سوائے اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ

یعنی تمہیں اجتماعی مصیبت پیش آجائے یا تم سب ہلاک یا گرفتار ہو جاؤ، جس سے خلاصی پر تم قادر نہ ہو، تو اور بات ہے۔ اس صورت میں تم معذور ہو گے۔

فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (۶۶)

جب انہوں نے پکا قول قرار دے دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَاذْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ^ط

اور (یعقوبؑ نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا

جب بنیامین سمیت، گیارہ بھائی مصر جانے لگے، تو یہ ہدایت دی، کیونکہ ایک ہی باپ کے گیارہ بیٹے، جو قد و قامت اور شکل و صورت میں بھی ممتاز ہوں، جب اکٹھے ایک ہی جگہ یا ایک ساتھ کہیں سے گزریں گے تو عموماً انہیں لوگ تعجب یا حسد کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہی چیز نظر لگنے کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ انہیں نظر بد سے بچانے کے لئے بطور تدبیر یہ حکم دیا

نظر لگ جانا حق ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً 'الْعَيْنُ حَقٌّ' نظر کا لگ جانا حق ہے۔ صحیح بخاری - صحیح مسلم

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے بچنے کے لیے دعائیہ کلمات بھی اپنی امت کو بتائے ہیں مثلاً فرمایا کہ جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو باریک اللہ کہو۔ مؤطا امام مالک

جس کی نظر لگے اس کو کہا جائے کہ غسل کرے اور اس کے غسل کا یہ پانی اس شخص کے سر اور جسم پر ڈالا جائے جس کو نظر لگی ہو۔ حوالہ مذکورہ

اسی طرح ما شاء الله لا قوة الا بالله پڑھنا قرآن سے ثابت ہے۔ سورہ کہف

قُلْ اغْوِدْ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قل اغْوِدْ بِرَبِّ النَّاسِ نظر کے لیے بطور دم پڑھنا چاہیے۔ جامع ترمذی

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ^ط

میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا

إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ (۶۷)

حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے (۱) میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

یعنی یہ تاکید بطور ظاہری اسباب، احتیاط اور تدبیر کے ہے جسے اختیار کرنے کا انسانوں کو حکم دیا گیا ہے، تاہم اس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ ہو گا وہی، جو اس کی قضا کے مطابق اس کا حکم ہو گا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةٌ فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا^ج

جب وہ انہیں راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے۔ کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے۔ مگر یعقوب کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جسے اس نے پورا کر لیا

یعنی اس تدبیر سے اللہ کی تقدیر کو ٹالا نہیں جاسکتا تھا، تاہم حضرت یعقوب علیہ السلام کے جی میں جو (نظر بد لگ جانے کا) اندیشہ تھا، اس کے پیش نظر انہوں نے ایسا کہا۔

وَإِنَّهُ لَكُدُوعِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۶۸)

بلاشبہ وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

یعنی یہ تدبیر وحی الہی کی روشنی میں تھی اور یہ عقیدہ بھی حذر (احتیاطی تدبیر) قدر کو نہیں بدل سکتی، اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علم پر مبنی تھا، جس سے اکثر لوگ بے بہرہ ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ^ط

یہ سب جب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھالیا

قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئَسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۶۹)

اور کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر۔

بعض مفسرین کہتے ہیں دو دو آدمیوں کو ایک ایک کمرے میں ٹھرایا گیا، یوں بنیامین جو اکیلے رہ گئے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں تنہا لگ ایک کمرے میں رکھا اور پھر خلوت میں ان سے باتیں کیں اور انہیں پچھلی باتیں بتلا کر کہا کہ ان بھائیوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا، اس پر رنج نہ کر

اور بعض کہتے ہیں کہ بنیامین کو روکنے کے لئے جو حیلہ اختیار کرنا تھا، اس سے بھی انہیں آگاہ کر دیا تھا تاکہ وہ پریشان نہ ہو۔ (ابن کثیر)

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ

پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ (۱) رکھوا دیا

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ السَّقَايَةَ (پانی پینے کا برتن) سونے یا چاندی کا تھا، پانی پینے کے علاوہ غلہ نانپنے کا کام بھی اس سے لیا جاتا تھا، اسے چپکے سے بنیامین کے سامان میں رکھ دیا گیا۔

ثُمَّ أَذِّنْ مُؤَدِّنٌ أَيَّتُهَا الْعَبِيدُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ (۷۰)

پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو! (۱) تم لوگ تو چور ہو۔ (۲)

۱۔ الْعَبِيدُ اصلاً ان اونٹوں، گدھوں یا خچر کو کہا جاتا ہے جن پر غلہ لاد کر لے جایا جاتا ہے۔

یہاں مراد اصحاب العید یعنی قافلے والے۔

۲۔ چوری کی یہ نسبت اپنی جگہ صحیح تھی کیونکہ منادی حضرت یوسف علیہ السلام کے سوچے سمجھے منصوبے سے آگاہ نہیں تھا یا اس کے معنی ہیں کہ تمہارا حال چوروں کا سا ہے کہ بادشاہ کا پیالہ، بادشاہ کی رضامندی کے بغیر تمہارے سامان کے اندر ہے۔

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا اتَّفَقُوا عَلَيْهِ (۷۱)

انہوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟

قَالُوا اتَّفَقُوا عَلَىٰ صَوَاعِ الْمَلِكِ وَلَمَّا جَاءَ بِهِ حُمْلًا يُعَيِّرُ وَأَنَابَ بِهِ زَعِيمٌ (۷۲)

جواب دیا کہ شاہی بیبانہ گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا۔ اس وعدے کا میں ضامن ہوں

یعنی میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کی تفتیش سے قبل ہی جو شخص یہ جام شاہی ہمارے حوالے کر دے گا تو اسے انعام یا اجرت کے طور پر اتنا غلہ دیا جائے گا جو ایک اونٹ اٹھا سکے۔

قَالُوا اتَّاللَّهُ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْتُمَا بِئِنْفُسِي فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ (۷۳)

انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔

برادران یوسف علیہ السلام چونکہ اس منصوبے سے بے خبر تھے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے تیار کیا تھا، اس لئے قسم کھا کر انہوں نے اپنے چور ہونے کی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی نفی کی۔

قَالُوا أَفَمَا جَزَاءُكُمْ إِن كُنتُمْ كاذِبِينَ (۷۴)

انہوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا اگر تم جھوٹے ہو؟

یعنی اگر تمہارے سامان میں وہ شاہی پیالہ مل گیا تو پھر اس کی کیا سزا ہوگی۔

قَالُوا جَزَاءُكُمْ مَن وَجَدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاءُكُمْ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (۷۵)

جواب دیا اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے (۱) ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں (۲)۔

۱۔ یعنی چور کو کچھ عرصے کے لئے اس شخص کے سپرد کر دیا جاتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہوتی تھی۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں سزا تھی، جس کے مطابق یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ سزا تجویز کی۔

۲۔ یہ قول بھی برادران یوسف علیہ السلام ہی کا ہے،

بعض کے نزدیک یہ یوسف علیہ السلام کے مصاحبین کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم بھی ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ لیکن آیت کا اگلا ٹکڑا کہ 'بادشاہ کے دین میں وہ اپنے بھائی کو پکڑنے سے تھے' اس قول کی نفی کرتا ہے۔

قَبَلُ أَبَائِهِمْ قَبْلَ وَعَاءِ أَخِيهِمْ اسْتَخْرَ جَهَنَّمَ وَعَاءِ أَخِيهِمْ

پس یوسف نے انکے سامان کی تلاشی شروع کی، اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے، پھر اس بیبانہ کو اپنے بھائی کے سامان (زنبیل) سے نکالا پہلے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔ آخر میں بنیامین کا سامان دیکھا تا کہ انہیں شبہ نہ ہو کہ یہ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔

كَذَلِكَ كَدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

ہم نے یوسف کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی (۱) اس بادشاہ کی قانون کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے جاسکتا تھا (۲) مگر یہ کہ اللہ کو منظور ہو
۱۔ یعنی ہم نے وحی کے ذریعے سے یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر سمجھائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی صحیح غرض کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا
جس کی ظاہری صورت حیلہ کی ہو، جائز ہے بشرطیکہ وہ طریقہ کسی نص شرعی کے خلاف نہ ہو۔ (فتح القدیر)
۲۔ یعنی بادشاہ مصر میں جو قانون اور دستور رائج تھا، اس کی روح سے بنیامین کو اس طرح روکنا ممکن نہیں تھا اس لئے انہوں نے اہل قافلہ سے
پوچھا کہ تلاء اس جرم کی سزا کیا ہو۔

ذَرَفَعْدَهْرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (۷۶)

ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں (۱) ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے۔ (۲)

۱۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کو اپنی عنایات اور مہربانیوں سے بلند مرتبہ عطا کیا۔
۲۔ یعنی ہر عالم سے بڑھ کر کوئی نہ کوئی عالم ہوتا ہے اس لئے کوئی صاحب علم اس دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ میں ہی اپنے وقت کا سب سے بڑا
عالم ہوں۔
اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صاحب علم کے اوپر ایک علیم یعنی اللہ تعالیٰ ہے۔

قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ

انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی (تو کوئی تعجب کی بات نہیں) اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے

یہ انہوں نے اپنی پاکیزگی و شرافت کے اظہار کے لئے کہا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین، ان کے سگے اور حقیقی بھائی نہیں تھے،
علاقائی بھائی تھے،

بعض مفسرین نے یوسف علیہ السلام کی چوری کے لئے دوران کار بائیں نقل کی ہیں جو کسی مستند ماخذ پر مبنی نہیں ہیں۔

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے کو تو نہایت بااخلاق اور با کردار باور کرایا اور یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو کمزور کردار کا اور
دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے انہیں چور اور بے ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔

فَأَسْرَاهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ

یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا۔

قَالَ أَنتُمْ شَرُّ مَكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ (۷۷)

کہا کہ تم بدتر جگہ میں ہو (۱) اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کے انتساب میں
صریح کذب بیانی کار تکاب کیا۔

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدًا مِمَّا مَكَانَهُ^ط

انہوں نے کہا اے عزیز مصر! (۱) اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے، حضرت یوسف کو عزیز مصر اس لئے کہا کہ اس وقت اصل اختیارات حضرت یوسف علیہ السلام کے ہی پاس تھے، بادشاہ صرف برائے نام فرمانروائے مصر تھا۔

إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (۷۸)

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیک نفس ہیں (۲)۔

باپ تو یقیناً بوڑھے ہی تھے، لیکن یہاں ان کا اصل مقصد بنیامین کو چھڑانا تھا۔ ان کے ذہن میں وہی یوسف علیہ السلام والی بات تھی کہ کہیں ہمیں پھر دوبارہ بنیامین کے بغیر باپ کے پاس جانا پڑے اور باپ ہم سے کہیں کہ تم نے میرے بنیامین کو بھی یوسف علیہ السلام کی طرح کہیں گم کر دیا۔ اس لئے یوسف علیہ السلام کے احسانات کے حوالے سے یہ بات کی کہ شاید وہ یہ احسان بھی کر دیں کہ بنیامین کو چھوڑ دیں اور اس کی جگہ کسی اور بھائی کو رکھ لیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَن وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِندَهُ إِذَا الظَّالِمُونَ (۷۹)

یوسف نے کہا ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ایسا کرنے سے تو ہم یقیناً ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے۔

یہ جواب اس لئے دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اصل مقصد تو بنیامین کو روکنا تھا۔

فَلَمَّا اسْتَيْسَأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا^ط

جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے

کیونکہ بنیامین کو چھوڑ کر جانا ان کے لئے کٹھن مرحلا تھا، وہ باپ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس لئے باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ^ط

ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کی قسم لے کر پختہ قول قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم کو تاہی کر چکے ہو۔

فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (۸۰)

پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد صاحب خود مجھے اجازت نہ دیں (۱) یا اللہ تعالیٰ میرے اس معاملے کا فیصلہ کر دے، وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کے بڑے بھائی اس صورت حال میں باپ کا سامنے کرنے کی اپنے اندر سکت اور ہمت نہیں پائی، تو صاف کہہ دیا کہ میں تو یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک خود والد صاحب تفتیش کر کے میری بے گناہی کا یقین نہ کر لیں اور مجھے آنے کی اجازت نہ دیں۔

اللہ میرے معاملے میں فیصلہ کر دے کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح یوسفؑ (عزیز مصر) بنیامین کو چھوڑ دے اور میرے ساتھ یا نے کی اجازت دے دے

یابہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی قوت عطا کر دے کہ میں بنیامین کو تلوار یعنی طاقت کے ذریعے سے چھڑوا کر اپنے ساتھ لے جاؤں۔

ارْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمَنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ (۸۱)

تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ اباجی! آپ کے صاحب زادے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے (۱) ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ (۲)

۱۔ یعنی ہم نے جو عہد کیا تھا کہ ہم بنیامین کو باحفاظت واپس لے آئیں گے، تو یہ ہم نے اپنے علم کے مطابق عہد کیا تھا، بعد میں جو واقعہ پیش آگیا اور جس کی وجہ سے بنیامین کو ہمیں چھوڑنا پڑا، یہ تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

دوسرا مطلب یہ ہے ہم نے چوری کی جو سزا بیان کی تھی چور کو ہی چوری کے بدلے میں رکھ لیا جائے، تو یہ سزا ہم نے اپنے علم کے مطابق ہی تجویز کی تھی۔ اس میں کسی قسم کی بدینتی شامل نہیں تھی۔ لیکن یہ اتفاق کی بات تھی کہ جب سامان کی تلاشی لی گئی تو مسروقہ کٹورا بنیامین کے سامان سے نکل آیا۔

۲۔ یعنی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے ہم بے خبر تھے۔

وَأَسْأَلُ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعَيْرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ (۸۲)

آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمائیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جسکے ساتھ ہم آئے ہیں اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں

الْقَرْيَةَ مراد مصر ہے جہاں وہ غلہ لینے گئے تھے۔ مطلب اہل مصر ہیں۔

اسی طرح وَالْعَيْرِ سے مراد اصحاب العیر یعنی اہل قافلہ ہیں۔

آپ مصر جا کر اہل مصر سے اور اس قافلے والوں سے، جو ہمارے ساتھ آیا ہے، پوچھ لیں کہ ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں، وہ سچ ہے، اس میں جھوٹ کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَدِّبُوا بِحَمِيلٍ

(یعقوبؑ) نے کہا یہ تو نہیں، بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی (۱) پس اب صبر ہی بہتر ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ حقیقت حال سے بے خبر تھے اور اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے انہیں حقیقت واقعہ سے آگاہ نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ یہی سمجھے کہ میرے ان بیٹوں نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے۔ بنیامین کے ساتھ انہوں نے کیا معاملہ کیا؟ اس کا یقینی علم تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس نہیں تھا، تاہم یوسف علیہ السلام کے واقعے پر قیاس کرتے ہوئے ان کی طرف سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں بجا طور پر شکوک شبہات تھے۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (۸۳)

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے (۱) وہی علم و حکمت والا ہے۔

اب پھر سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں تھا، تاہم صبر کے ساتھ امید کا دامن بھی نہیں چھوڑا یوسف علیہ السلام، بنیامین اور وہ بڑا بیٹا ہے جو مارے شرم کے وہیں مصر میں رک گیا تھا کہ یا تو والد صاحب مجھے اسی طرح آنے کی اجازت دے دیں یا پھر میں کسی طریقے سے بنیامین کو ساتھ لے کر آؤں گا۔

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسْفَىٰ عَلَىٰ يَوْسُفَ وَآبَيْصَدْتُمْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۸۴)

پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسف! (۱) ان کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں (۲) اور وہ غم کو دبائے ہوئے تھے۔

۱۔ یعنی اس تازہ صدمے نے یوسف علیہ السلام کی جدائی کے قدیم صدمے کو بھی تازہ کر دیا۔

۲۔ یعنی آنکھوں کی سیاہی، مارے غم کے، سفیدی میں بدل گئی تھی۔

قَالُوا اتَّاللَّهُ تَفَقُّتًا نَدُّ كُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَصًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ (۸۵)

بیٹوں نے کہا واللہ! آپ ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ گھل جائیں یا ختم ہی ہو جائیں۔
حَرَصٌ اس جسمانی عارضے یا ضعف عقل کو کہتے ہیں جو بڑھاپے، عشق یا پے در پے صدمات کی وجہ سے انسان کو لاحق ہوتا ہے، یوسف علیہ السلام کے ذکر سے بھائیوں کی آتش حسد پھر بھڑک اٹھی اور اپنے باپ کو یہ کہا۔

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۸۶)

انہوں نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔
اس سے مراد یا تو خواب ہے جس کی بابت انہیں یقین تھا کہ اس کی تعبیر ضرور سامنے آئے گی اور وہ یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں گے یا ان کا یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ موجود ہیں، اور اس سے زندگی میں ضرور ملاقات ہوگی۔

يَا بَنِيَّ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَوْلَادًا مُّكْرَمِينَ وَذُكِّرْتُم بَعْدَ الْعَذَابِ إِنَّكُمْ لَعِندَ رَبِّكُمْ لَكَاذِبُونَ (۸۷)

میرے پیارے بچو! تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو (۱) اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

چنانچہ اس یقین سے سرشار ہو کر انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ حکم دیا۔

إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (۸۷)

یقیناً رب کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔

جس طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَقْنُطْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ (۱۵:۵۶)

گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کو سخت حالات میں بھی صبر و رضا کا اور اللہ کی رحمت و اسعہ کی امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا^ط

پھر جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے (۱) تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہم کو اور ہمارے خاندان کو دکھ پہنچا ہے (۲) ہم حقیر پونجی لائے ہیں پس

آپ ہمیں پورے غلے کا ناپ دیجئے (۳) اور ہم پر خیرات کیجئے (۴)

۱- یہ تیسری مرتبہ ان کا مصر جانا ہے۔

۲- یعنی غلہ لینے کے لئے ہم جو قیمت لے کر آئے ہیں، وہ نہایت قلیل اور حقیر ہے۔

۳- یعنی ہماری حقیر پونجی کو نہ دیکھیں، ہمیں اس کے بدلے میں پورا ناپ دیں۔

۴- یعنی ہماری حقیر پونجی قبول کر کے ہم پر احسان اور خیرات کریں۔

اور بعض مفسرین نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ہمارے بھائی بنیامین کو آزاد کر کے ہم پر احسان فرمائیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۸)

اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ (۸۹)

یوسف نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی نادانی کی حالت میں کیا کیا؟

جب انہوں نے نہایت عاجزی کے انداز میں صدقہ و خیرات یا بھائی کی رہائی کی اپیل کی تو ساتھ ہی باپ کے بڑھاپے، ضعف اور بیٹے کی جدائی کے صدمے کا بھی ذکر کیا، جس سے یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا، آنکھیں نمناک ہو گئیں اور انکشاف حال پر مجبور ہو گئے۔ تاہم بھائیوں کی زیادتیوں کا ذکر کر کے ساتھ ہی اخلاق کریمانہ کا بھی اظہار فرمادیا کہ یہ کام تم نے ایسی حالت میں کیا جب تم جاہل اور نادان تھے۔

قَالُوا أَلَيْسَ لَكَ لَكُنْتَ يُوسُفَ^ط

انہوں نے کہا کیا (واقعی) تو ہی یوسفؑ ہے

بھائیوں نے جب عزیز مصر کی زبان سے اس یوسف علیہ السلام کا تذکرہ سنا، جسے انہوں نے بچپن میں کنعان کے ایک تاریک کنویں میں چھینک دیا تھا، تو وہ حیران بھی ہوئے اور غور سے دیکھنے پر مجبور بھی کہ کہیں ہم سے ہم کلام بادشاہ، یوسف علیہ السلام ہی تو نہیں؟

ورنہ یوسف علیہ السلام کے قصے کا اسے کس طرح علم ہو سکتا ہے؟

چنانچہ انہوں نے سوال کیا کہ کیا تو یوسف علیہ السلام ہی تو نہیں؟

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا^ط

جواب دیا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر فضل و کرم کیا

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۹۰)

بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

سوال کے جواب میں اقرار و اعتراف کے ساتھ، اللہ کا احسان کا ذکر اور صبر و تقویٰ کے نتائجِ حسنہ بھی بیان کر کے بتلا دیا کہ تم نے مجھے ہلاک کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ کنوئیں سے نجات عطا فرمائی، بلکہ مصر کی فرمانروائی بھی عطا فرمادی اور یہ نتیجہ ہے اس صبر اور تقویٰ کا جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دی۔

قَالُوا تَأْتِيكَ الْبُحْبُوحُ لَقَدْ أَشْرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِبِينَ (۹۱)

انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کرتے

بھائیوں نے جب یوسف علیہ السلام کی شان دیکھی تو اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف کر لیا۔

قَالَ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ أَيُّومَ يَعْفُورُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (۹۲)

جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے (۱) اللہ تمہیں بخشنے، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی پیغمبرانہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ جو ہو اسو ہوا۔ آج تمہیں کوئی سرزنش اور ملامت نہیں کی جائے گی۔

فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ کے ان کفار اور سردارانِ قریش کو، جو آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی تھیں، یہی الفاظ ارشاد فرما کر انہیں معاف فرمادیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

أَذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ (۹۳)

میرا یہ کرتا تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں (۱) اور آجائیں اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ (۲) ۱۔ قمیص کے چہرے پر پڑنے سے آنکھوں کی بینائی کا بحال ہونا، ایک اعجاز اور کرامت کے طور پر تھا۔

۲۔ یہ یوسف علیہ السلام نے اپنے پورے خاندان کو مصر آنے کی دعوت دی۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفْقِدُون^ط (۹۴)

جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے اگر تم مجھے سٹھپایا ہوا اقرار نہ دو

ادھر یہ قمیص لے کر قافلہ مصر سے اور ادھر حضرت یعقوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعجاز کے طور پر حضرت یوسف کی خوشبو آنے لگ گئی یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ اللہ کے پیغمبر کو بھی، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع نہ پہنچے، پیغمبر بے خبر ہوتا ہے، چاہے بیٹا اپنے شہر کے کسی کنوئیں ہی میں کیوں نہ ہو، اور جب اللہ تعالیٰ انتظام فرمادے تو پھر مصر جیسے دور دراز کے علاقے سے بھی بیٹے کی خوشبو آجاتی ہے۔

قَالُوا تَأْتِيهِمْ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ (۹۵)

وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ اپنے اسی پرانے خطبہ میں مبتلا ہیں۔

صَلَّال سے مراد والہانہ محبت کی وہ وارفتگی ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ بیٹے کہنے لگے، ابھی تک آپ اسی پرانی غلطی یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت میں گرفتار ہیں۔ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود یوسف علیہ السلام کی محبت دل سے نہیں گئی۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَانزَلَهُ بِصِدْقٍ

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر ان کے منہ پر وہ کر تا ڈالا اسی وقت پھر بیٹا ہو گئے

یعنی جب وہ خوشخبری دینے والا آگیا اور آکر وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دی تو اس سے معجزانہ طور پر ان کی بینائی بحال ہو گئی۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنْ عَلِمْتُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۹۶)

کہا! کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

کیونکہ میرے پاس ایک ذریعہ علم وحی بھی ہے، جو تم میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو حالات سے مشیت و مصلحت آگاہ کرتا رہتا ہے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ (۹۷)

انہوں نے کہا اباجی آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصور وار ہیں۔

قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَفُوفُ الرَّحِيمُ (۹۸)

کہا اچھا میں جلد ہی تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا (۱) وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

فی الفور مغفرت کی دعا کرنے کی بجائے دعا کرنے کا وعدہ فرمایا، مقصد یہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر میں، جو اللہ کے خاص بندوں کا اللہ کی عبادت کرنے کا خاص وقت ہوتا ہے، اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کروں گا،

دوسری بات یہ کہ بھائیوں کی زیادتی یوسف علیہ السلام پر تھی، ان سے مشورہ لینا ضروری تھا اس لئے انہوں نے تاخیر کی اور فوراً مغفرت کی دعا نہیں کی۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا امْصِرَ إِِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِينَ (۹۹)

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی (۱) اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن و

امان کے ساتھ مصر میں آؤ۔

یعنی عزت و احترام کے ساتھ انہیں اپنے پاس جگہ دی اور ان کا خوب اکرام کیا۔

وَرَفَعَ أَبْوَابَهُ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۝

اور اپنے تخت پر اپنے ماں باپ (۱) کو اونچا بٹھایا اور سب اسکے سامنے سجدے میں گر گئے (۲)

۱۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سوتیلی ماں اور سگی خالہ تھیں کیونکہ یوسف علیہ السلام کی حقیقی ماں بنیامین کی ولادت کے بعد فوت ہو گئی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کی وفات کے بعد اس کی ہمشیرہ سے نکاح کر لیا تھا یہی خالہ اب حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں گئی تھیں۔ (فتح القدیر)

لیکن امام ابن طبری نے اس کے برعکس یہ کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ فوت نہیں ہوئی تھیں اور وہی حقیقی والدہ تھیں۔ (ابن کثیر)

۲۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ادب و تعظیم کے طور پر یوسف علیہ السلام کے سامنے جھک گئے۔ لیکن وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ وہ زمین پر یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، یعنی یہ سجدہ، سجدہ ہی کے معنی میں ہے۔ تاہم یہ سجدہ، سجدہ تعظیمی ہے سجدہ عبادت نہیں اور سجدہ تعظیمی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا۔

اسلام نے شرک کے سدباب کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی حرام کر دیا گیا ہے، اور اب سجدہ تعظیمی بھی کسی کے لئے جائز نہیں۔

وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا

تب کہا باجی! یہ میرے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے (۱) میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا،

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے جو خواب میں دیکھا تھا اتنی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد بالآخر اس کی تعبیر سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تخت شاہی پر بٹھایا اور والدین سمیت تمام بھائیوں نے اسے سجدہ کیا۔

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي

اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا (۱) اور آپ لوگوں کو صحرا سے لے آیا (۲) اس اختلاف کے بعد جو

شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا (۳)

۱۔ اللہ کے احسانات میں کنویں سے نکلنے کا ذکر نہیں کیا تا کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ یہ اخلاق نبوی ہے۔

۲۔ مصر جیسے متمدن علاقے کے مقابلے میں کنعان کی حیثیت ایک صحرا کی تھی، اس لئے اسے بَدْو سے تعبیر کیا۔

۳۔ یہ بھی اخلاق کریمانہ کا ایک نمونہ کہ بھائیوں کو ذرا مورد الزام نہیں ٹھہرایا اور شیطان کو اس کارستانی کا باعث قرار دیا۔

إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (۱۰۰)

میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور وہ بہت علم و حکمت والا ہے۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ملک عطا فرمایا (۱) اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی (۲)

۱۔ یعنی ملک مصر کی فرمانروائی عطا فرمائی، جیسا کہ تفصیل گزری۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، جن پر اللہ کی طرف سے وحی کا نزول ہوتا اور خاص خاص باتوں کا علم انہیں عطا کیا جاتا۔ چنانچہ اس علم نبوت کی روشنی میں پیغمبرِ خوابوں کی تعبیر بھی صحیح طور پر کر لیتے تھے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس فن تعبیر میں خصوصی ملکہ حاصل تھا جیسا کہ قید کے ساتھیوں کے خواب کی اور سات موٹی گایوں کے خواب کی تعبیر پہلے گزری۔

فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (۱۰۱)

اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو دنیا و آخرت میں میرا ولی اور کارساز ہے، تو مجھے اسلام کی حالت میں فوت کر اور نیکوں میں ملا دے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر جو احسانات کیے، انہیں یاد کر کے اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کا تذکرہ کر کے دعا فرما رہے ہیں کہ جب مجھے موت آئے تو اسلام کی حالت میں آئے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

اس سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے آباء و اجداد، حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام وغیرہ مراد ہیں۔

بعض لوگوں کو اس دعا سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی دعا مانگی حالانکہ یہ موت کی دعا نہیں ہے آخر وقت تک اسلام پر استقامت کی دعا ہے۔

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ

یہ غیب کی خبروں میں سے جس کی ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔

وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ (۱۰۲)

آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے

یعنی یوسف علیہ السلام کے ساتھ، جب کہ انہیں کنوئیں میں چھینک آئے یا مراد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں یعنی ان کو یہ کہہ کر کہ یوسفؑ کو بھٹیڑ یا کھا گیا ہے اور یہ اس کی قمیص ہے، جو خون میں لت پت ہے ان کے ساتھ فریب کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بھی اس بات کی نفی فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا لیکن یہ نفی مطلق علم کی نہیں ہے کیونکہ اللہ نے وحی کے ذریعے سے آپ کو آگاہ فرمایا دیا۔ یہ نفی مشاہد کی ہے کہ اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ اسی طرح ایسے لوگوں سے بھی آپ کا رابطہ و تعلق نہیں رہا ہے جن سے آپ نے سنا ہو۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو وحی نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر اسی طرح غیب اور مشاہدے کی نفی فرمائی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو، سورہ آل عمران ۴۲، ۷۱، القصص ۲۶، ۴۵، سورہ ص ۷۰، ۶۹۔

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمَعُوذِينَ (۱۰۳)

گو آپ لاکھ چاہیں۔ لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہیں نہ ہونگے

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو پچھلے واقعات سے آگاہ فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں اور اللہ کے پیغمبروں کا راستہ اختیار کر کے نجات ابدی کے مستحق بن جائیں۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے کیونکہ وہ گذشتہ قوموں کے واقعات سنتے ہیں لیکن عبرت پذیری کے لئے نہیں، صرف دلچسپی اور لذت کے لئے، اس لئے وہ ایمان سے، محروم ہی رہتے ہیں۔

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

آپ ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہے ہیں

کہ جس سے ان کو یہ شبہ ہو کہ یہ دعوائے نبوت تو صرف پیسے جمع کرنے کا بہانہ ہے۔

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (۱۰۴)

یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے

تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔ اب دنیا کے لوگ اگر اس سے آنکھیں پھیر رکھیں اور اس سے ہدایت حاصل نہ کریں تو لوگوں کا قصور اور ان کی بد قسمتی ہے، قرآن تو فی الواقع اہل دنیا کی ہدایت اور نصیحت ہی کے لئے آیا ہے۔

وَكَايِنٍ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلَيْهِمْ وَعَنْهَا مَعْرُضُونَ (۱۰۵)

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں۔

آسمان اور زمین کی پیدائش اور ان میں بیشمار چیزوں کا وجود، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک خالق و صانع ہے جس نے ان چیزوں کو وجود بخشا ہے اور ایک مدبر ہے جو ان کا ایسا انتظام کر رہا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام چل رہا ہے اور ان میں کبھی آپس میں ٹکراؤ اور تصادم نہیں ہوا لیکن لوگ ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے یوں ہی گزر جاتے ہیں ان پر غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ان سے ان کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (۱۰۶)

ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں

یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بڑی وضاحت کے ساتھ متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ مشرک یہ تو مانتے ہیں کہ آسمان اور زمین کا خالق، مالک، رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہرا لیتے ہیں۔ اور یوں اکثر لوگ مشرک ہیں یعنی ہر دور میں لوگ توحید ربوبیت کے تو قائل رہے ہیں لیکن توحید الوہیت ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے آج کے قبر پرستوں کا شرک بھی یہی ہے کہ وہ قبروں میں مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارتے بھی ہیں اور عبادت کے کئی مراسم بھی ان کے لیے بجالاتے ہیں اعاذنا اللہ منہ

أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۰۷)

کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عام عذاب آجائے یا ان پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ بے خبری میں ہوں۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ

یعنی توحید کی راہ ہی میری راہ ہے بلکہ ہر پیغمبر کی راہ رہی ہے اسی کی طرف میں اور میرے پیروکار پورے یقین اور دلائل شرعی کے ساتھ لوگوں کو بلاتے ہیں۔

وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۰۸)

اور اللہ پاک ہے (۱) اور میں مشرکوں میں نہیں۔

یعنی میں اس کی تنزیہ و تقدیس بیان کرتا ہوں اس بات سے کہ اس کا کوئی شریک، نظیر، مثل یا وزیر و مشیر یا اولاد اور بیوی ہو وہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے

یہ آیت اس بات پر قطعی حکم ہے کہ تمام نبی مرد ہی ہوئے ہیں، عورتوں میں سے کسی کو نبوت کا مقام نہیں ملا، اسی طرح ان کا تعلق قریہ سے تھا، جو قصبہ دیہات اور شہر سب شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اہل بادیہ (صحرا نشینوں) میں سے نہیں تھا کیونکہ اہل بادیہ نسبتاً طبعیت کے سخت اور اخلاق کے کھر درے ہوتے ہیں اور شہری ان کی نسبت نرم، دھیمے اور بااخلاق ہوتے ہیں اور یہ خوبیاں نبوت کے لئے ضروری ہیں۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا زمین میں چل پھر کر انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟

وَلَدَاءِ الْأَخْرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰۹)

یقیناً آخرت کا گھر پرہیز گاروں کے لئے بہت ہی بہتر ہے، کیا پھر تم نہیں سمجھتے۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَأَسَ الرَّسُولُ وَاظُنُّوهُ أَهْمَهُ قَدْ كُنُوا جَاءَهُمْ نَصْرًا مِّنْ فَتْحِي مَنْ نَّشَاءُ

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے (۱) اور وہ (قوم کے لوگ) خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹا کہا گیا (۲) فوراً ہی ہماری مدد ان کے

پاس آ پہنچی (۳) جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی (۴)

۱۔ یہ مایوسی اپنی قوم کے ایمان لانے سے ہوئی۔

۲۔ قرأت کے اعتبار سے اس آیت کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن سب سے مناسب مفہوم یہ ہے کہ **ظَنُّوا** کا فاعل قوم کفار کو قرار دیا جائے یعنی کفار عذاب کی دھمکی پر پہلے تو ڈرے لیکن جب زیادہ تاخیر ہوئی تو خیال کیا کہ عذاب تو آتا نہیں ہے، (جیسا کہ پیغمبر کی طرف سے دعویٰ ہو رہا ہے) اور نہ آتا نظر ہی آتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں سے بھی یوں ہی جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے۔

مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے کہ آپ کی قوم پر عذاب میں جو تاخیر ہو رہی ہے، اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پچھلی قوموں پر بھی عذاب میں بڑی بڑی تاخیر روا رکھی گئی ہے اور اللہ کی مشیت و حکمت کے مطابق انہیں خوب خوب مہلت دی گئی حتیٰ کہ رسول اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ شاید انہیں عذاب کا یوں ہی جھوٹ موٹ کہہ دیا گیا ہے۔

۳۔ اس میں دراصل اللہ تعالیٰ کے اس قانون مہلت کا بیان ہے، جو وہ نافرمانوں کو دیتا ہے، حتیٰ کہ اس بارے میں وہ اپنے پیغمبروں کی خواہش کے برعکس بھی زیادہ سے زیادہ مہلت عطا کرتا ہے، جلدی نہیں کرتا، یہاں تک کہ بعض دفعہ پیغمبر کے ماننے والے بھی عذاب سے مایوس ہو

کر یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ان سی یوں ہی جھوٹ موٹ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ محض ایسے وسوسے کا پیدا ہو جانا ایمان کے منافی نہیں ہے۔

۳۔ یہ نجات پانے والے اہل ایمان ہی ہوتے تھے۔

وَلَا يَرْدُّنَا إِلَىٰ عَنَّا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (۱۱۰)

بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گناہ گاروں سے واپس نہیں کیا جاتا۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصصِهِمْ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ

ان کے بیان میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے،

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَسِي وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۱۱۱)

یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے، ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے۔

یعنی قرآن، جس میں قصہ یوسف علیہ السلام اور دیگر قوموں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں کوئی گھڑا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ یہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور اس میں دین کے بارے میں ساری ضروری باتوں کی تفصیل ہے اور ایمان داروں کے لئے ہدایت و رحمت۔



© Copy Rights:
Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana
Lahore, Pakistan
www.quran4u.com